طالب محسن

غیرت کا قتل

ہمارے معاشرے میں عزت کے لیے قتل کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ بطور خاص دیہی معاشرے میں ایسے مواقع پر قتل نہ کر سکنے والوں کو غیرت مند نہیں سمجھا جاتا اور انھیں مختلف قسم کے طعنوں کا ہدف بننا پڑتا ہے۔ غیرت کے لیے قتل کرنے والے جب قانون کی گرفت میں آتے ہیں تو معاشرہ انھیں ہمدردی کی نظر سے دیکھتا ہے اور توقع کرتا ہے کہ قانون بھی ان کے ساتھ رعایت کا معاملہ کرے گا۔

ہمیں معلوم ہے کہ تقریباً تمام معاشرے قبائلی اور جاگیردارانہ سماج سے موجودہ شکل میں آئے ہیں۔ معاشرہ اپنی ان حالتوں میں جرائم کی بیخ کنی کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتا رہا ہے۔ مزید یہ کہ ایسے معاشروں میں ان چھوٹی اکائیوں کو جرائم کی سزائیں خود ہی مقرر کرنے اور انھیں نافذ کرنے کا اختیار حاصل رہا ہے۔ جس کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے جرائم پر انتہائی اذیت ناک یا موت کی سزا بھی دی جاتی رہی ہے۔ ہر معاشرہ جرائم سے نمٹنے کے لیے دو سطح پر تدابیر کرتا ہے۔ ایک سطح قانون کی ہے۔ یعنی معاشرہ ایسے قانون، ضابطے اور ادارے بناتا ہے جن کے ذریعے سے وہ مجرمین کو پکڑتا اور سزائیں دیتا ہے۔ دوسری سطح اقدار اور روایات کی ہے۔ یعنی معاشرہ اپنی پسند اور ناپسند کو اجتماعی نفسیات بنا دیتا ہے اور اپنے افراد کو اس سے انحراف کرنے پر ہدف طعن و ملامت بناتا ہے۔ ہر انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی برائی یا کم تر بات کی نسبت گوارا نہیں کرتا۔ انسان کی اس فطرت کے مختلف پہلوؤں کو حیا، شرم اور غیرت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ جذبہ جہاں معاشرے کو جرائم سے پاک رکھنے میں ایک مثبت کردار ادا کرتا ہے وہاں اس کے بے محل اظہار سے ظلم و ستم بھی وجود میں آتے ہیں۔ اس کی ایک مثال زنا کے بارے میں غیرت کا تصور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دین کی رو سے مرد کے زنا اور عورت کے زنا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جتنا گناہ گار مرد ہوگا اتنی ہی گناہ گار عورت ہوگی۔ حتیٰ کہ ہمارے دین میں اس جرم کی دنیوی سزا بھی ایک ہی رکھی گئی ہے۔ یعنی مرد کی سزا بھی سو کوڑے ہے اور عورت کی سزا بھی سو کوڑے ہے۔ اگر کسی پاک دامن مرد کو کسی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بے کردار عورت سے شادی سے روک دیا گیا ہے تو اسی طرح کسی پاک دامن عورت کو بھی کو کسی زانی مرد سے شادی سے روک دیا گیا ہے۔ سورۂ نور میں ہے:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ. (۲۴:۳)

’’زانی نہ نکاح کرنے پائے، مگر کسی زانیہ یا مشرکہ سے اور کسی زانیہ سے نکاح نہ کرے، مگر کوئی زانی یا مشرک اور اہل ایمان پر یہ چیز حرام ٹھیرائی گئی ہے۔‘‘

لیکن مسلم معاشروں میں بھی قرآن مجید کی اس واضح ہدایت اور قانون سازی کے باوجود عورت کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اسے اسلامی معاشرے کی قدر سمجھا جاتا اور اسی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ نبوی مذاہب میں اللہ تعالیٰ نے عزت، مال اور جان کے خلاف جرائم کی سزائیں اور اسی طرح حکومت کے حقوق خود مقرر کر کے ہر دور میں انسانی سماج کو ضروری رہنمائی دی ہے تا کہ اسے اس معاملے میں افراط و تفریط سے بچایا جا سکے۔

ان تعلیمات کی روشنی میں غیرت کے قتل کی قباحت کو دو زاویوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ یہ قتل غیر ریاستی یا ڈھیلے ریاستی سماج کا مظہر ہے۔ ہم ایک منظّم اور منضبط معاشرہ ہیں۔ دنیا کا کوئی منظّم معاشرہ یہ بات درست قرار نہیں دے گا کہ جب اجتماعی نظام کے تحت کوئی ضابطہ بنا دیا گیا ہے تو اسے غیر موثر کیا جائے یا اس کی خلاف ورزی کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی منظّم معاشرے میں جب کوئی فرد یا گروہ کسی مجرم کو خود سزا دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس معاشرے کے نظم کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس روش کو کسی بھی سطح پر درست قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس روش کی حوصلہ افزائی کرنے والے تمام عناصر کی اصلاح ضروری ہے۔ ہمارے ہاں ریاستی نظام پر عدم اطمینان کے اظہار کی یہ صورت بہت عام ہوتی جا رہی ہے کہ ہم نظام سے بالا بالا معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق انجام دینے لگ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ کام وہ بھی کر رہے ہوتے ہیں جو کسی نظام کا حصہ یا اس نظام کے خالق ہوں۔ اس پہلو سے دیکھیے تو غیرت کا قتل اسی روش کی انتہائی ناپسندیدہ مثال ہے۔ اسلام نے اس روش کو کس درجہ ناپسند کیا ہے اس کا بہت واضح اظہار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں ہوتا ہے:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من کرہ من امیرہ شیئا، فلیصبر. فانہ من خرج من السلطان شبرا مات میتة جاھلیة. (بخاری، رقم ۶۵۳۰)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اپنے حکمران کا کوئی اقدام ناپسند ہو، اسے چاہیے کہ وہ صبر کرے۔ اس لیے کہ جو نظام حکومت سے بالشت برابر بھی نکلا وہ ایسے ہی مرا جیسا زمانۂ جاہلیت میں مرجاتا ہے۔‘‘

مسلمانوں میں اس تعلیم کو بہت عام کرنے کی ضرورت ہے۔ قتل کا انتقام خود لینا، اسلام کے دشمنوں کو ذاتی سطح پر نشانہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بنانا، خلاف اسلام اعمال کے خلاف جتھا بندی کرنا اور اسی طرح غیرت میں آ کر قتل کرنا، یہ سب نظام اجتماعی سے انحراف کی مثالیں ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عدم ایمان کا مظہر ہیں۔

سطور بالا میں ہم نے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کسی روش کو گوارا نہیں کرتا، بلکہ اس کے نزدیک یہ روش منافی ایمان ہے۔ اب ہم آگے بڑھتے ہیں اور یہ بات واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک قتل کس جرم کی سزا ہے اور زنا پر کیا سزا دی جائے گی۔ مزید براں یہ کہ اگر کسی شخص کی بیوی یہ جرم کرے اور اس کے پاس خود اس کی اپنی ذات کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو یا ضروری گواہی موجود نہ ہو تو کیا اقدام کیا جائے گا۔

اسلام میں موت کی سزا صرف دو جرموں پر رکھی گئی ہے۔ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف مقدمات کے فیصلوں سے ماخوذ نہیں ہے، بلکہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی واضح ہدایت قرآن مجید کی آیت کی صورت میں موجود ہے۔ مزید یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے مجرموں کو سزائے موت دی ہے، قرآن مجید میں بیان کیے گئے اسی ضابطے کے تحت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا.
(المائدہ ۵:۳۲)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لازم کر دیا تھا کہ جس کسی نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا ملک میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے سب کو قتل کیا اور جس نے اس کو بچایا تو گویا سب کو بچایا۔''

مراد یہ ہے کہ کسی جان کو لینے کی اجازت خدا کی شریعت میں ہمیشہ دو ہی صورتوں میں حاصل رہی ہے۔ ایک یہ کہ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے اور دوسرے یہ کہ ایسے شخص کو سزائے موت دی جائے جو ریاست کے نظم اجتماعی کے لیے خطرہ بن گیا ہو۔ اگر کسی شخص نے یہ جرم نہیں کیے اور اسے قتل کیا گیا تو اس کی سزا اللہ کے نزدیک ابدی جہنم ہے۔

ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَأَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا. (النساء ۴:۹۳)

''اور جو کوئی کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ زنا پر اسلام میں کیا سزا دی گئی ہے۔ یہ سزا، مرد ہو یا عورت سو کوڑے اور ہمیشہ کے لیے کسی پاک دامن سے شادی پر پابندی ہے۔ اسی طرح کسی پر اگر تہمت لگا دی جائے تو اس پر اسی کوڑے کی سزا رکھی گئی ہے۔ یہاں یہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بات واضح رہے کہ یہ سب اس صورت میں ہوگا جب مقدمہ دائر کیا جائے گا اور جرم ثابت ہو جائے گا۔ عمومی طور پر مسلمانوں کو یہ اخلاقیات سکھائی گئی ہے کہ وہ پردہ پوشی کریں اور تربیت و اصلاح کی روش اختیار کریں۔ یہ جرم بیٹی نے کیا ہو، بہن نے کیا ہو، بیٹے نے کیا ہو، بھائی نے کیا ہو، بیوی نے کیا ہو، یا شوہر نے کیا ہو، سب کی سزا یہی ہے۔ یہ سزا بھی نظم اجتماعی کے تحت جرم ثابت ہونے پر دی جائے گی۔ یہ سزا یا کوئی دوسری سزا انفرادی طور پر اگر دی گئی تو یہ بھی ایک جرم ہے، جس پر قانون کے مطابق کارروائی ہونی چاہیے۔ اس معاملے میں یہی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر واضح کی ہے۔ ہلال بن امیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کے شریک بن سحماء سے ملوث ہونے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: گواہی لاؤ ورنہ تمھیں قذف کی سزا بھگتنا ہوگی۔ ہلال نے نے کہا: آدمی اپنی آنکھ سے دیکھے پھر بھی اسے گواہ لانے ہوں گے۔ اس پر آپ نے لعان کے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔[1] اسی طرح سعد بن عبادہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایسا کرتے دیکھے تو قتل کر دے۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔[2]

غرض یہ کہ میاں بیوی کے رشتے میں جب یہ صورت پیش آئے تو ان کے لیے اسلامی قانون میں یہ راستہ رکھا گیا ہے کہ وہ لعان کا طریقہ اختیار کریں۔ یہ قانون یہ بات بالکل واضح کر دیتا ہے کہ شوہر کے لیے اس کے علاوہ کوئی کارروائی جائز نہیں کہ وہ عدالت میں آئے اور لعان کا طریقہ اختیار کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ شادی ایک معاہدہ ہے۔ معاہدے کے کسی فریق کی طرف سے اس کی خلاف ورزی کی اس کے علاوہ کوئی اور سزا نہیں ہو سکتی کہ معاہدہ توڑ دیا جائے اور یہ حق صرف مرد ہی کو نہیں عورت کو بھی حاصل ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

---

[1] بخاری، رقم ۴۷۴۵۔

[2] مسلم، رقم ۲۷۵۲۔